کیا اور اندھیرے میں بھی اُس کا مہاندرا ناخوش دکھائی دے رہا تھا" آپ اگرچہ خوش نہیں ہیں لیکن چار مرغابیوں کا تو خوشی سے کوئی تعلق نہیں — ایک شیولر اور تین نیل سر، کیا خیال ہے؟"

وہ اپنے سر پر سفید بالوں کا بوجھ محسوس کرتی کان لگائے سن رہی تھی اور اُس نے کبھی ایسی بے ربط گفتگو تو نہ سنی تھی لیکن وہ سنتی رہی کہ مرغابیوں کا کیا جواب آتا ہے اور اُس نے سنا کہ برگیتا کی ہنسی ہے جو اُس کی بھیگتی آنکھوں میں سے ہو کر آئی ہے اور ناخوشی کا سندیسہ لاتی ہے اور پھر بھی مردان کی موجودگی اس میں سے ناخوشی کے عنصر کو کم کر کے اُسے زندگی کے قریب کرتی ہے۔

"تم درست کہتے ہو۔ کوئی تعلق نہیں... میں کئی بار تم میں اور مشاہد میں فرق نہیں کر پاتی اور اب بھی مجھ پر وہی کیفیت ہے۔"

ان کے پسینے کی بو ایک جیسی ہے تو فرق کیسے کر پائے —

"مردان — یہ فاطمہ ہیں —"

"واقعی؟" مردان بھی ہنسا "میں تو حیران پریشان اور جنگل بیابان بھر جائی جی —"

اور برگیتا جان گئی کہ مستطیل کمرے میں اُسے جو احساس ہوا تھا کہ وہاں لان میں مور کے سوا بھی کوئی ہے تو یہ کوئی فاطمہ سے اچھی طرح متعارف ہو چکا ہے۔

"اور تم شوبھا کو کیوں نہیں لائے؟"

"فائنل امتحان سر پر... پریکٹیکلز اور جگر سوز پڑھائیاں بھر جائی جی — وہ نہیں آ سکتی تھی لیکن آپ کا پسندیدہ اور اکلوتا دیور آپ کو میری کرسمس کہنے کے لیے آ گیا ہے۔"

"اتنی جلدی —"

"تو واپس چلا جاتا ہوں —"

"نہیں نہیں —" برگیتا یکدم مکمل طور پر بحال ہو گئی اور خوشی اس کے اندر صرف مردان کی موجودگی کی وجہ سے رچنے لگی "مجھے بھی ایک ایسے ویٹر کا انتظار تھا جو ان درختوں کو میرے لیے رنگین کرسمس لائٹس سے سجا دے اور پھر ڈنر سرو کرے — مجھے انتظار تھا۔"

جیپ کا ہارن ہوا تو سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور چُپ ہو گئے۔

برگیتا نے مردان کی جانب دیکھا اور وہ کوٹھڑی سے باہر آیا اور اندھیرے میں دیکھنے
مالی شریف اپنے کوارٹر میں سے نکل کر بھاگتا چلا آ رہا تھا۔ اس نے پھاٹک کھولا اور
ہو گیا۔ جیپ اندر آئی اور اُس کی لائٹس بجھ گئیں۔ تاریکی پھر سے نیچے آ گئی۔ مردان
احتیاط سے قدم اُٹھاتا جیپ کی جانب بڑھنے لگا۔ اس نے پھر محسوس کیا کہ قدم اُٹھاتے
ے اس کی ٹانگوں کے پٹھے اسے تکلیف دیتے ہیں اور اُس کا پاؤں قدرے گھسٹتا ہے
دسمبر کے مہینے میں ڈھکی چھپی چوٹیں سطح پر آ جاتی ہیں اور اذیت دیتی ہیں — وہ بہت
یاط سے قدم اُٹھاتا جیپ کی طرف جا رہا تھا۔

چار چیزیں ہیں — لیکن اب تو صرف تین چیزیں ہیں جن میں سے ایک کامران کی
دری سے لگ کر بہنے والا دریائے راوی ہے۔

"صاحب جی آپ دریا میں کشتی چلاؤ گے — بہت مضبوط کشتی ہے جناب... ٹرائی
یں —"

"نہیں —"

"مناسب کرایہ لیں گے صاحب جی —"

"نہیں —"

مشاہد قادر آباد کی جھیلوں کی تھکاوٹ میں تھا اور اُس کا بدن جیسے ٹوٹ ٹوٹ کر
ب جگ سا پزل کی طرح دوبارہ جڑتا تھا۔

"بھائی جان آپ بے شک چلیں شرق پور راوی میں اشنان کے لئے، بھابھی کے
اتھ.... ہم تو یہیں ٹھہریں گے اور بابا نذیر کو تلاش کریں گے — وہ یہیں کہیں ہونا
ہئے۔"

فاطمہ اُن سے الگ تھلگ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے آپ میں اور اندھیرے میں
راسر تنہا تھی۔ اُس کی نابینا تنہائی کا کوئی حصہ دار نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے چہرے
راوی کے پانیوں کی تازگی بہتی ہوئی محسوس کر رہی تھی اور یہ جانتی تھی کہ سامنے کوئی
ریم عمارت ہے جسے سے لگ کر یہ دریا بہتا ہے اور یہ لوگ اس کے بہاؤ کے بارے میں
کر مند ہیں۔ وہ چپ چاپ ان کی گفتگو سنتی اپنے آپ میں نابینا اور مگن رہی۔

"بابا نذیر ہمیشہ اس سے یہاں ہوتا ہے، آج کیوں نہیں ہے —" مردان اور

تشویش راوی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"تم بہت زیادہ تھک تو نہیں گئے مشاہد؟" برگیتا نے اس کا بازو تھپکا" میں آج بہت فکر مند تھی۔ شکار کیسا رہا —"

مشاہد نے کچھ نہیں کہا۔ وہ کیا کہتا کہ اس کے کارتوس ان چلے رہے اور بندوق سرد رہی لیکن اُسے کچھ تو کہنا تھا اس لئے — صرف اس لئے اس نے کہا "ٹھیک رہا۔"

پاؤں تلے کی ریت بہت سرد تھی۔

جو مدھم لَو تھی... جیسے ایک تاریک چھت پر صرف ایک دیئے کی لَو ہوتی ہے ایسے مدھم لَو میں کامران کی بارہ دری کے ساتھ لگ کر بہتا ہوا دریا دکھائی دیتا تھا۔ اُس کی بھربھری اینٹوں پر چھپاک چھپاک اوپر نیچے ہوتا دکھائی دیتا تھا۔

راوی کا بہاؤ مدھم لگتا تھا۔

نظروں کا کوئی ایسا پیمانہ نہیں کہ بہاؤ کے ساتھ بہہ کر جان جائے کہ آج یہ نارمل ہے اور آج مدھم بہتا ہے صرف ایک احساس ہے روئیں میں کہ آج یہ مدھم ہے۔

اُس نے اپنے بڑے بھائی کی جانب دیکھا جو اپنی بیوی سے الگ ہو کر کھڑا تھا اور ایک ایسے ستون کی طرح کھڑا تھا جس کے آس پاس یونانی تھیٹر کے تمام ستون مسمار ہو چکے ہیں اور وہ ایک سحر شدہ شخص کی طرح سامنے دیکھ رہا تھا — صبح کی ٹھنڈک سے الگ، راوی کی سرد ریت سے جدا، وہ اپنے چہرے پر اثر کرتی ہوا سے لاتعلق سامنے دیکھ رہا تھا۔ صرف اس لئے کہ اُس نے بھی وہی کچھ دیکھا تھا جو مردان دیکھ رہا تھا لیکن اُسے یقین نہیں آ رہا تھا — بارہ دری کی اینٹوں پر دریا کے بہاؤ کے نشان تھے اور انہوں نے آج تک وہ اینٹیں نہیں دیکھی تھیں جو کامران کے عہد سے پانیوں میں غرق تھیں اب وہ اینٹیں ننگی ہو رہی تھیں۔

پانی کم ہو رہے تھے۔

راوی کے پانی بھی کم ہو رہے تھے — یہ ممکن تو نہ تھا لیکن راوی... ایک وسیع لق دوق صحرا... جھاڑیاں اور کرلے... اور کھنڈر... ہڑپہ اور موہنجوڈارو کی طرح — کھنڈر شہر لاہور کے... یہ ممکن تو نہ تھا...

گوالمنڈی والے مکان کی چھت پر سفید بستروں پر لیٹے مشاہد اور مردان آنکھیں کھلی رکھتے تھے اور دیکھتے تھے کہ دائیں جانب آسمان پر ایک متحرک اور گرم روشنی ہے

ہٹ والی — باتیں کرتی ہوئی۔ اس کی الاؤ زبانیں کچھ کہتی ہوئیں — اڑتے سیاہ
ں، پر کٹے پرندے جو سفید کھیسوں اور اُن کے چہروں پر اُترتے تھے۔
کھلنا بیرکس کے شہتیروں سے جھولتے ناک کٹے، کان کٹے اور نفس کٹے لوگ
مزے سے جھولتے ہوئے... مشاہد نے اپنی جین کی ہپ پاکٹ پر ہاتھ رکھا... وہ کنگن
گولائی کے ساتھ وہاں آج بھی موجود تھا... یہ کس کی کلائی کی آرائش تھا — بہت
ہو گئی تھی اُسے سنبھالے ہوئے —
جب بھی لاہور کا آسمان شفق رنگ ہوتا... اک دن رہیں بسنت میں — بسنت
ت لاہور کی چھتیں۔ ممٹیاں اور برج ایک پرشور شدت کے ساتھ روشن تھیں۔ شہر کے
چفیرے سرکلر روڈ پر گھومتے ہوئے کوٹھوں اور مکانوں پر نظر رکھتے ہوئے جب آپ
کرتے تھے تو اُن پر ہزاروں سفید پتنگیں اور گڈے بے بسی سے شانے ہلاتے نظر آتے
... پرانی حویلیوں پر — اُن کی چوڑی اور کچی چھتوں پر اداکار، سیاست دان، سفارت کار
ڈھول اور روائتی کھانے اور ہابو کاٹا — بے پرواہ — لاپرواہ — ہابو کاٹا — شاہ
ں، نیرو کا روم اور بسنت رات... دیکھو شفق کی سرخی کیا رنگ لا رہی ہے — کیا رنگ
ے گی۔

مراد ن بہت احتیاط سے قدم اُٹھاتا جیپ کی طرف جا رہا تھا۔
جیپ میں سے اُترتے ہوئے مشاہد کی اعضاء میں تھکاوٹ اتنی تھی کہ زمین پر قدم
کھتے ہوئے اُسے اُسے اپنا آپ سنبھالنا پڑا — جیسے حالت خمار میں کوئی سنبھلتا ہے اس
جیپ کی باڈی کا سہارا لیا.. وہاں قادر آباد کی جھیلوں پر روشنی پھیل چکی تھی لیکن یہاں
اس کا رچاؤ نہیں ہوا تھا... اُس نے جیپ کا سہارا لیتے ہوئے درختوں کے ذخیرے کی
ف دیکھا اور اُن میں سے جو شخص نکل رہا تھا اُس کی شکل نے اور چال نے... اور وہ اپنا
ں گھسیٹ کر چلتا تھا مشاہد کو تر و تازہ ایسے کیا جیسے وہ کسی یخ جھیل میں بہت دیر زیر آب
ں روکے ہوئے تھا اور جب سطح پر آیا تو وہاں تر و تازہ ہوا تھی — زندگی تھی۔
"بھائی جان —" وہ اُس کی جانب آ رہا تھا لکشمی مینشن کی گرم دوپہر میں نیکر
اور بہت پریشان اور وہ مشاہد کی اس انگلی کو دیکھ رہا تھا جسے تھام کر وہ اس کے ہمراہ مال
پر سیر کو جائے گا۔

"مردان —" وہ جیپ کے سہارے سے الگ ہو کر اُس کی طرف بڑھا کیونکہ اُس نے پاؤں گھسٹنے کی اذیت اس کے چہرے پر دیکھی جو اُسے دیکھنے کی سرخوشی میں کچھ کے دیتی ہوئی شامل ہو رہی تھی۔ اندر اُس گھاس اُگے کمرے میں برگیتا کو باہر آ کر یہ دیکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ دونوں بھائی اس لمحے گلے مل رہے ہیں اور اُن میں جو محبت ہے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے — فاطمہ نے اس کے حسد کو محسوس کیا اور اس کے وجود میں اس کے لئے صرف ہمدردی تھی — مشاہد شروع سے ہی ایسا تھا — اس نے بھی ایک زمانے میں اس سے بہت حسد کیا تھا۔ اُن دونوں کو مشاہد اور بابو کو ساتھ ساتھ چلتے دیکھ کر وہ بہت سلگتی تھی اور اس کی آنکھوں میں کوئلے دہکنے لگتے تھے — اب تو وہ راکھ ہو چکی تھیں لیکن کبھی وہ دہکتی تھیں۔

"بھائی جان میں تو حیران پریشان —" مردان ہنس رہا تھا اور بھائی کے کندھوں کو تھام کر ہنس رہا تھا۔

برگیتا منتظر تھی اور پھر وہ ہنسی مشاہد کی گہری محبت والی جو اس کی قسمت میں کبھی نہ تھی اس تک پہنچی اور وہ بے صبری اور ناپسندیدگی سے اپنے آپ میں سمٹی اور تھوک نگل کر پھر اپنے کان کھلے دروازے کی طرف کئے جدھر سے وہ ہنسی آ رہی تھی۔

"شوبھا اس بار بھی نہیں آ سکی بھائی جان —" مردان فوراً بولا کہ وہ جان گیا تھا کہ اب شوبھا کا پوچھا جائے گا "فائنل ایئر اور... آپ جانتے ہیں کہ آنٹی بابر کی بیٹیاں بھی فی الحال ہمارے ہاں ہیں تو... ذرا مشکل تھا۔"

"اچھا —" مشاہد نے اس کی بڑھی ہوئی سفید ہوتی داڑھی کو ایسے سہلایا جیسے وہ چھوٹا سا بچہ تھا، آئس کریم کھا کر آیا تھا اور تھوڑی سی آئس کریم اس کے گالوں پر لگی تھی..." عارفین بھی..."

"نہیں بھائی جان —" مردان اپنے بھائی کی رمزیں سمجھتا تھا "نہیں — اب نہیں — بہت دیر ہو گئی ہے — بہت تلواریں چل چکی ہیں اور آوارہ گولیاں آوارگی کر چکی ہیں اور ہم وہ نہیں جو تھے آنٹی بابر کے گھر کی عافیت میں تھے، بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"یہ بُرا خیال نہیں ہے عارفین والا —"

"واہ —" مردان بہت ہی خوش ہوا۔

"کیا واہ —"

"بس یہی کہ اتنی دیر ہو چکی ہے کہ ہم تو... اپنی بیٹی کی شادی کر رہے ہیں... اس
واہ —"

"شوبھا کی —"

"اور کیا — اُس کا سدّا دینے بھی آیا ہوں... پیار دیجیے اسے اور رخصت کیجئے
" مردان یکدم ایک فالج زدہ شخص کی طرح اٹکنے لگا، وہ مسکراتا رہا کہ میری زبان کو کیا
ہے لیکن اٹکتا رہا "اُسے شوبھا کو... اس کے لئے... مجھے... مجھے ہمت چاہئے بھائی جان"
نے مشاہد کے بازو کو جس مضبوطی سے سہارے کے لئے جکڑا اس کے لئے مشاہد تیار
میں ابھی سوچ بھی نہیں سکتا اس سے جدائی کا... مجھے بہت ساری ہمت چاہئے —"

"تم فکر نہ کرو مردان — تم فکر نہ کرو" آنکھوں کی نمی پر مشاہد نے بھی مشکل
قابو پایا۔ "اباجی کہتے تھے کہ بیٹیاں دھریکیں ہوتی ہیں، پتہ ہی نہیں چلتا اور قد نکال کر
ہو جاتی ہیں اور — یہ چڑیاں ہوتی ہیں اور انہیں اُڑ جانا ہوتا ہے — تم فکر نہ کرو"

"می آؤں —"

مردان چونک گیا۔ راستہ روکنے والا مور ابھی تک یہیں تھا لیکن ذرا فاصلے پر جیسے
دونوں کی گفتگو میں مخل نہ ہونا چاہتا ہو۔

مخل ہونے کے لئے برگیتا کمرے سے نکلی ایک مسکراہٹ کو تادیر اپنی ہونٹوں پر
رکھے وہ ان دونوں کی جانب آ رہی تھی "کیا میں مخل ہو سکتی ہوں؟"

"ہاں —" مشاہد نے کہا۔

"سات کمروں والی کوٹھی میں کم از کم سات کمرے ہیں جن میں سے کسی ایک میں
تینوں ہیٹر جلا کر آرامدہ ہو کر بیٹھ سکتے ہیں — یہاں اس یخ میں کھڑا رہنا ضروری تو
ہیں؟"

"نہیں —" مشاہد نے پھر کہا

اور برگیتا نے دیکھا کہ وہ اب بھی اُن کے لیے موجود نہ تھی۔ وہ صرف "ہاں" یا
بس" کے ساتھ رخصت کر دی گئی تھی۔

کسی ایک کمرے میں ہیٹر کے سامنے بیٹھنے کے بعد بھی وہ اُن کے لئے موجود نہ
ا

وہ صرف ایک سرسری مسکراہٹ یا ایک خالی الذہن "ہاں" یا "نہیں" کے لئے

تھی۔

ایسے موقعوں پر وہ ایک طویل ہچکی بھرتی اور بہت باتونی اور قدرے ابنارمل ہو جاتی...

"مشاہد تمہیں پتہ ہے کہ ہماری خوشگوار شادی شدہ زندگی کا سب سے بڑا راز کیا ہے؟"

"کیا؟"

"مردان — " وہ ہنسنے لگی" ہاں مردان — پاکستان میں میری ایک بھی کرسمس ایسی نہیں جب مردان نے مجھے بھرجائی میری کرسمس نہ کہا ہو — اور درختوں کے جھنڈ میں سے کسی ایک درخت کو کرسمس ٹری کی طرح سجا کر مجھے حیران پریشان بلکہ جنگل بیابان نہ کیا ہو — اور ابھی کرسمس میں کچھ دن باقی ہیں اور یہ... میرا پسندیدہ دیور — صرف میرے لئے لاہور آگیا ہے — کیا یہ خوبصورت بات نہیں؟"

"ہاں — " مشاہد نے کہا۔

"مشاہد — مشیل میرا خیال ہے تم میری بات دھیان سے نہیں سن رہے — "

"نہیں — ایسا نہیں"

"مشیل — آل دے وے فرام کراچی — مردان مجھے میری کرسمس کہنے آیا ہے اور — تمہیں ملنے کے لئے نہیں آیا — " وہ ایک بے اختیار ہنسی میں مبتلا ہوئی۔

"مردان ہمیں مدعو کرنے آیا ہے — شوبھا کی شادی ہو رہی ہے"

"واقعی؟ — " برگیتا اس خبر کے لئے قطعی طور پر تیار نہ تھی اس لئے اس کی سوچی سمجھی باتوں کا تسلسل یکدم ٹوٹ گیا اور وہ کچھ دیر کے لئے چپ ہو گئی۔

"کب؟" اس نے بالآخر اپنے آپ کو مجتمع کر کے دریافت کیا۔

"فائنل کے بعد بھابھی — آپ نے ضرور آنا ہے — مجھے کچھ پتہ نہیں کہ بیٹیوں کو کیسے رخصت کیا جاتا ہے — "

"پتہ تو مجھے بھی نہیں" برگیتا اپنی اہمیت پر خوش ہو گئی "لیکن میں کوشش کروں گی"

بھائی جان نے عارفین کے بارے میں کچھ کہا تھا —

شوبھا نے بھی کہا تھا —

شوبھا کے بعد — ابھی تو میں برداشت نہیں کر سکتا کہ شوبھا کے بعد بھی زندگی ہو گی ہے۔ لیکن — اُس کے بعد وہ دونوں کیسے بیرک میں رہیں گی۔ یہ ایک عجیب اور معاشرے کے لئے انگلیاں اُٹھانے والا بندوبست ہو گا — یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا ابھی، اسی لمحے اسے خیال آیا تھا۔ وہ انہیں، شوبھا کی رخصتی کے بعد برآمدے میں آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے انہیں یہ تو نہیں پوچھ سکتا تھا کہ — آپ کب جا رہی ہیں؟ — اس الجھن کو کیسے سلجھایا جا سکتا تھا؟ وہ حل تو نہیں ہو سکتا تھا جو بھائی جان نے پیش کیا تھا کبھی نہیں — عارفین، وہ اس کی جانب اب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا... اُس دیکھنے کے بعد اب نہیں دیکھ سکتا تھا — اور آنٹی بابر جانتی تھیں کہ کیوں... اپنی تمامتر غنودگی اور دوائوں کے باوجود جانتی تھیں کہ وہ نظر نیچی کر کے کیوں اس سے بات کرتا ہے —

"شوبھا کے بعد ہمیں ایک اور ویڈنگ کے لئے تیار ہونا ہو گا —" مشاہد نے بہت آہستہ سے کہا۔ صرف مردان نے سنا اور چُپ رہا۔

برگیتا جو اپنی اہمیت پر خوش ہوئی تھی، پھر بولنے لگی "میں ضرور کوشش کروں گی اگرچہ مجھے بھی کچھ پتہ نہیں کہ بیٹیوں کو کیسے رخصت کرتے ہیں" اس نے ایک طویل سویڈش ہچکی بھری اور پھر چپ ہو گئی۔ وہ خواہ مخواہ باتونی ہو رہی تھی اُسے یکدم احساس ہوا اور وہ چُپ ہو گئی۔

اس کمرے میں بہت دنوں سے ٹھنڈک اور یخ کا بسیرا تھا۔ اس کے کونوں کھدروں میں اور روشندانوں کی رسیوں میں بہت یخ تھی جو ٹھہری ہوئی تھی اور اب آہستہ آہستہ وہ کم ہو رہی تھی اور کمرہ کوزی ہو رہا تھا۔

مشاہد اور مردان گیس ہیٹر پر نظریں جمائے بہت دیر سے اُسے ایک سحر شدہ حالت میں تکے جا رہے تھے اور برگیتا اُن دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

برگیتا بہت دیر کا سکوت برداشت نہ کر سکی "ہم شرق پور کے قریب مگو گاؤں کے سامنے برگد کے اُس تناور درخت کے دوسری جانب راوی کے پانیوں میں کب اُتریں گے مشاہد — ایک برس ہو گیا ہے"

"آج ہی —" مشاہد نے کہا

"آج ہی؟" برگیتا کو اس جواب کی توقع بالکل نہ تھی اور ذرا حیران ہوئی "آج ہی کیوں"

"اور آج کیوں نہیں؟"

"تم ابھی شکار سے لوٹے ہو۔ مردان ابھی آیا ہے اور..."

"آج ہی — اور ابھی"

وہ چاروں سرد ریت میں اپنے بوٹوں میں سے گزرتی سردی کو پورے بدن میں سرائت کرتے تھے اور بارہ دری کی اُن انیٹوں کو ظاہر دیکھتے تھے جنہیں آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

مجھے ان کے ہمراہ نہیں آنا چاہئے تھا، یہ ان کی بالکل ذاتی ملاقات خاندانی اجتماع تھا... اگرچہ وہ فاطمہ.... پانیوں کی تازگی اپنے چہرے پر رواں محسوس کرتی تھی — پھر بھی یہ ان کی ذاتی ملاقات تھی۔

ولیز جیپ کی پچھلی نشست پر... ایک پکنک باسکٹ تھی اور اس میں کافی اور سینڈوچز کے علاوہ ایک سوئمنگ کاسٹیوم بھی تھا — پہلی بار... مشاہد میں سختی آتی جا رہی تھی... نہیں تم کچھ پہنے بغیر نہیں نہاؤ گی... اگرچہ وہاں تمہیں دیکھنے والا کوئی بھی نہ ہو تب بھی... اور وہ بھی دن بہ دن ہتھیار ڈالتی چلی جا رہی تھی... وہ اب اُس یقین سے جو پہلے اُس میں ایمان کی طرح مضبوط تھا یہ بحث نہیں کرتی تھی کہ ان خطوں کے لوگ دریاؤں اور ندیوں سے کیوں جھجکتے ہیں۔ کیوں اُن میں بے لباس نہیں اُترتے اور اُن کی روانی کو اپنے بدن کے ہر حصے میں براہ راست اثر انداز کیوں نہیں ہونے دیتے... اس میں کیا قباحت ہے — یہ بحث اب وہ نہیں کرتی تھی... اگر ارادہ بھی کرتی تھی تو مشاہد پر ایک نظر ڈالنے سے ہی تبدیل کر دیتی تھی اور اسی لئے جیپ کی پچھلی نشست پر جو پکنک باسکٹ تھی اُس میں پہلی بار... ایک سوئمنگ کاسٹیوم بھی تھا۔

وہ مینارِ پاکستان کی جانب دیکھے بغیر آیا تھا، تاریخ کے کراس روڈ سے گزر کر آ گیا تھا اور منہ پرے کر کے اس سے پردہ پوش ہو کر گزر آیا تھا — تاریخ نے اسے سُندر بن کے اختتام پر برما کے بارڈر کے قریب ایک کھلی جگہ میں جال ڈال کر ایک وحشی درندے کی طرح قابو کر لیا تھا، تاریخ کے بہاؤ پر اُس کا بس نہ تھا ورنہ وہ کہاں قابو آتا تھا — اسے نہ صرف اس کی تاریخ نے بلکہ سیاست نے قابو کیا تھا ورنہ قابو کہاں آتا تھا — بابا نذیر کہاں ہے؟ وہ راوی کا بائیو گرافر ہے، اُسے یہاں ہونا چاہئے۔

"بھائی جان —" وہ مشاہد کے پاس چلا گیا جس کی نظریں بارہ دری کی ظاہر انیٹوں

ے ہٹتی نہ تھیں۔" اور وہ بار بار اپنی جین کی ہپ پاکٹ کو ٹٹولتا تھا" آپ ہو آئیں —
ں فاطمہ بی بی کو لے کر واپس گھر جاتا ہوں۔ آپ ہو آئیں"

مشاہد نے برگیتا کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

اس نے یونہی کہہ دیا تھا۔ باتونی پن میں اپنے آپ کو اہم اور نمایاں کرنے کے لئے اس نے یونہی کہہ دیا تھا کہ ہم گلا گاؤں کی پرانی فصیل کے سامنے راوی میں کب اتریں گے — اس کی ناک میں ابھی تک اُس شٹ کی بُو بقے آور ہوتی تھی جو شرق پور ے پرے راوی کے پانیوں میں تیرتی تھی... اور ابھی تک... وہ سرسراتی ہوئی شے اس کے پیروں میں لپٹ رہی تھی۔ اس کے ابھاروں پر ٹھہرا ہوا پانی دریا میں شپ شپ گرا تھا جب نوکدار کانٹوں والے سیاہ بلے کی طرح ٹھنکی اور اس کے ننگے وجود پر خوف سے کانٹے کھڑے اور وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ایک بدبودار پلاسٹک بیگ اس کے پیروں سے لپٹا ہوا تھا... وہ اُس شٹ کے لئے، اُس بدبودار شاپر بیگ کے لئے پانی میں کیسے اُتر سکتی تھی۔
ں نے یونہی کہہ دیا تھا۔

ایک اور ہچکی کے ساتھ منت کے انداز میں اس نے مشاہد سے کہا "کسی اور دن ئیں — ہم کسی اور دن چلیں گے۔ پلیز مجھے مجبور نہ کرنا، میرا جی ٹھیک نہیں ہے —
ں نے تو یونہی کہہ دیا تھا"

"ٹھیک ہے —" حیرت انگیز طور پر مشاہد معترض نہ ہوا" ہم واپس چلتے ہیں..."

جانیں دھئے راوی — نہ کوئی آوی تے نہ کوئی جاوی

دھی راوی پار جانے سے انکاری ہو گئی تھی۔

چنانچہ وہیں سے، کامران کی بارہ دری سے لگ کر بہتے پانیوں پر ایک پر تشویش ت بسر کر کے وہ واپس ہو گئے۔

ولیز جیپ میں جتنے بھی لوگ تھے، اپنے آپ میں گمشدہ تھے۔

فاطمہ کے چہرے پر جو ہوائیاں تھی وہ اس سے اندازہ لگاتی تھی کہ وہ کہاں ہے — یہ اس کے گمان میں بھی تھا کہ ایک سفید بنچ پر بیٹھے ہوئے اس کے سامنے سے جو دو وان لڑکے، اُن کے سکارف پاؤں میں اُلجھتے، پائپ فضا میں معلق، دھاری دار سوٹوں میں ں اس کی جانب آتے تھے ان میں سے ایک کی ہڈیاں گنگا میں بہائی جا چکی ہیں اور دوسرا ں کے پہلو میں خاموش ماضی گزیدہ ڈرائیو کرتا ہے اور شہر لاہور میں کرتا ہے۔ کیا اُس

کے گمان میں تھا... اس کے گمان میں، اس کی منصوبوں میں یہ بھی تو نہیں تھا کہ وہ نابینا ہو جائے گی۔ اس کے بیٹے تلک لگا کر اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ گمان ایک فریب ہے یہ ایک ایسا دھوکا ہے جو انسان کو بے بس کر دیتا ہے۔

سنگِ میل پبلی کیشنز کا شو روم، ٹاؤن ہال، عجائب گھر، بھنگیوں کی توپ اور.... نولٹن مارکٹ اور یاد ہے کہ اس کے دائیں جانب کسی بھی چھٹی کے دن مڑنے سے فٹ پاتھوں اور تھڑوں پر پرانی کتابوں کی ایک دنیا آباد ملتی ہے... برگیتا نے ادھر دیکھا اور جائس کی اُس "یولیسس" کو یاد کیا جو اس کے کسی سوٹ کیس کی تہہ میں زیرِ جامہ ملبوسات کے نیچے پڑی تھی...

O How the waters come down at lahore

جائس نے لاہور کو پتہ نہیں کن معنوں میں استعمال کیا تھا۔

اگرچہ وہ شلوار قمیض میں تھی لیکن اب بھی اس کا آبنوسی بدن دسمبر کی اس پیلی دھوپ میں کپڑوں سے الگ ہوتا تھا اور جب وہ ہنستی تھی تو ایک جانور کی طرح بے چین لگتا تھا — رسیاں تڑواتا اور زور لگاتا ہوا... پر اب اس میں زور کم تھا اور بے چینی زیادہ۔

مشاہد کے ہاتھوں میں ولیز کا سٹیئرنگ ایک سدھائے ہوئے جانور کی طرح حرکت کرتا تھا۔

کیا ہے جو ممکنات میں نہیں..... تھمے ہوئے وقت کے جزیروں میں تو ممکن ہے — جزیرہ لکشمی مینشن گزر رہا تھا — منٹو صاحب..... صفیہ آپا..... ابا جی..... آپا جی..... گروچو مارکس۔ رتی پے ماسٹر..... سمیعہ.....

یہ سمیعہ کون تھی؟

تھی — مشاہد نے کہا تھا۔

نہر کنارے حد نظر بید مجنوں جھکے ہوئے پانیوں میں ڈوبے ہوئے ویپنگ وِلوز جھکے ہوئے اور ان پر دھند ٹھہری ہوئی...

سات کمروں والی کوٹھی کا پھاٹک ابھی تک کھلا تھا...

"میرا ہاتھ تھام لیجئے تاکہ... میں اُتر سکوں" پہلے مردان اچک کر نیچے آیا اور اپنا ہاتھ آگے کیا جسے فاطمہ نے فوراً تلاش کر لیا اور سہارا لے کر جیپ سے اُتر گئی لیکن وہ دیکھتی کہیں اور تھی "مور کہاں ہے؟"

"یہیں ہو گا —" مشاہد نے جیپ کا انجن آف کیا۔

"نہیں — وہ یہاں نہیں ہے"

"یہیں ہو گا —"

"نہیں۔ وہ مرچکا ہے"

سات کمروں والی کوٹھی کے اُس جھنڈ کے نیچے... شیشم اور پیپل اور جامن کے درختوں کی چھاؤں میں... اُس چھاؤں کے نیچے وہ مور تھا — اس کی پتلی گردن گھاس پر آرام کرتی تھی، پروں کے رنگ پھیکے پڑ چکے تھے، مہین آنکھیں کھلی تھیں اور چونچ کھلی تھی جیسے پیاسا ہو، بارہ دری کی اینٹوں کو دیکھ چکا تھا اور مرچکا تھا — می آؤں...

زندگی کے گھنے اور پیچیدہ تجربوں کے باوجود اُن میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک مور مرجائے تو اُس کے مُردہ جسم کو کیسے ڈسپوز آف کرتے ہیں۔

یہ تجربہ اُن کی زندگیوں میں موجود نہ تھا۔

مالی شریف نے اس کی نیلی گردن میں مونج کی رسی سے اتنی سخت گرہ باندھی کہ اس کی مہین آنکھیں ذرا بڑی ہو گئیں اور وہ سخت بیزاری کے عالم میں اسے گھسیٹتا ہوا بلاک میں واقع کوڑے کے بڑے ڈھیر پر پھینک آیا... جہاں چند آوارہ کتوں نے اس کو راک کی جانب چلنا تب تک ملتوی کیا جب تک کہ مالی شریف نظروں سے اوجھل نہ ہو لیا۔

"آج مجھے چلے جانا چاہئے —" فاطمہ نے مشاہد کی موجودگی محسوس کی... اگرچہ بہت احتیاط سے کوٹھڑی کے اندر آیا تھا تاکہ اس کے چہرے کو کچھ دیر دیکھ سکے لیکن اس نے فوراً ہی جان لیا تھا۔

"تم ابھی ٹھہرو... میری واپسی کا انتظار کرو..."

"مجھے بہرطور جانا ہے —"

"ہاں... لیکن... صرف دوچار روز... میں ارشد کو ملنے جا رہا ہوں"

"بہت قریبی دوست ہے؟"

"ہاں —"

"بابو کی طرح؟"

"ہاں آں... شاید"

"میں تمہاری واپسی تک ٹھہرتی ہوں لیکن پھر مجھے جانا ہو گا — نہیں تو مور پھر بولے گا... وہ پچھلی شب بولا تھا..."

"نہیں —"

"ہاں وہ پچھلی شب بولا تھا... شاید صرف میرے لئے"

کوڑے کے ڈھیر پر سے اس کے بے رنگ پر، نوچی ہوئی ہڈیاں اور بدصورت پاؤں چلے تھے اور سات کمروں والی کوٹھی میں آئے تھے...

ساتوں کمروں میں پنجوں کے نشان تھے۔

غور غشتو کی رات میں پہلے الگ الگ گیدڑ، سُؤر اور بھیڑیئے بولے اور پھر وہ ایک مسلسل پکار بن گئے۔

اُن کی آوازیں نیند کی بے چینی۔ چرس اور نسوار کی بُو اور بڑھاپے کی قربت کی تھکاوٹ کا ایک حصہ بن گئیں۔ حجرے کی کھڑکی میں سے غواڑ ندی کے پار اتنے جگنو تھے کہ اُن کی لَو خشک ندی کے پتھروں کو شکل دیتی تھی اور اُن سے پرے رانی کوٹ کی ویرانی تھی جہاں پہاڑ کے دامن میں اُترتی شام میں وہ گئے تھے اور اُن دو کنوؤں میں جھانکا تھا جن کے اندر بدھ عہد کے مجسمے تھے اور اب نہیں تھے۔ شاید کالیے کے زیرِ انتظام کسی غیر ملکی نایاب گھر کے شوکیس میں سجے تھے۔

جگنوؤں والی پہاڑی میں سے کسی بھیڑیئے نے ایک لمبی تان لگائی ایک حواس باختہ کتے کی طرح، صرف اس کی آواز میں غراہٹ زیادہ تھی۔

"سو گئے ہو؟"

"نہیں —"

وہ دونوں ڈاکٹر ارشد سے ملاقات کرنے مینگورہ جیل گئے تھے لیکن ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا... کالیے کے کونیکشنز کے باوجود انہیں اگلے روز آنے کے لئے کہا گیا تھا۔

"ادھر صوابی کے قریب خدوخیل کے علاقے میں میرا ایک کونیکشن ہے، وہاں رات بسر کرتے ہیں، وہ بے حد ممنون ہو گا اور شاید کوئی پتھر وتھر بھی مل جائے، پٹرول کا خرچہ پورا ہو جائے گا" اور کونیکشن ایک پارسا باریش اور درویش صفت پٹھان بخت نصیب تھا جس کے حجرے میں ابھی ابھی جگنوؤں والی پہاڑی میں سے کسی بھیڑیئے نے ایک لمبی تان لگائی تھی۔

غور غشتو کے بازار میں امرجیت سنگھ، امریت سنگھ اور کرپا رام کی دوکانوں کا ہونا بخت نصیب کے لئے روزمرہ زندگی کا ایک حصہ تھا اور مشاہد کے لئے حیرت کا سبب۔

"1947ء میں یہ لوگ گئے نہیں؟"

"کدھر؟" بخت نصیب نے نسوار کو ایک خاص سٹائل سے تھوکا "یارا یہ اِدھر کا ہے تو اِدھر ہی رہے گا — کدھر جائے گا"

بازار سے ذرا پرے بلندی پر غواڑ کے کنارے جہاں اب خوانین کی رہائش گاہ تھی وہاں سید احمد شہید نے کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔

حجرہ عین سڑک پر واقع تھا اس لئے کبھی کبھار کوئی ویگن یا ٹرک ایک مخصوص رفتار سے گذر جاتا... چند لمحوں کے لئے اس کی روشنی حجرے میں بھٹکتی اور تیزی سے گل ہو جاتی۔

سپیدۂ سحر میں جگنو گم ہوئے اور جنگلی جانوروں کی آوازیں جیسے واپس جہاں سے جس جنگل سے آئی تھیں، واپس چلی گئیں۔

"شاباش — " کالیا ہنس رہا تھا اور بخت نصیب کی ہمت بندھا رہا تھا جو راہٹ کی گادھی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پورے زور سے دھکیل رہا تھا جیسے سیمسن کی طرح معبد کے ستونوں کو ڈھانے کو ہے اور پانی سے بھری ٹنڈیں ہولے ہولے شرابور ہوتی اُوپر آنے لگیں۔ مشاہد اپنے انڈرویئر میں اَولُو کے نیچے سر دیئے بیٹھا رہا اور پھر سرد اور بھاپ دیتے پانی کا پہلا ریلا اس پر گرا — ویسا ہی سرد جیسا ہلکی کا پانی ہوا کرتا تھا لیکن چند لمحوں میں ہی اس کی بھاپ زیادہ ہوئی اور وہ کوسا گرم ہو کر مشاہد کے بدن کو آرام دینے لگا۔

جب کنواں رواں ہو گیا تو گادھی کو دھکیلتا بخت نصیب باتیں کرنے لگا، اُس کا سانس اب ساتھ دے رہا تھا اور وہ رواں ہو چکا تھا.... "یار آپ لوگ خود انصاف کرو، ادھر زمین کم ہے، پتھر زیادہ ہے... ادھر گندم یا مکئی بوئے گا تو سال کا روٹی نہیں ملتا۔ پاپی لگائے گا تو گذارہ ہو گا۔ اس بار بہت اچھا فصل ہے پوست کا۔ ادھر خدوخیل کا افیون سارے سرحد میں بہترین ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہے اور طاقت ور افیون ہے یارا — "

"بس یا ہمیں بھی ایک گولی کھلاؤ ناں بختو — " کالیا نہانے کے لئے کپڑے اتار رہا تھا۔

"حرام تو نہیں کھاؤ یارا — اللہ رسول کا نام لو — " بخت نصیب خفا ہو گیا "ادھر غور غشتو میں ہر گھر میں ڈھیر لگا ہوا ہے پر کھاتا کوئی نہیں — حرام ہے۔"

"اور ادھر کا افیون طاقت ور کیوں ہے بخت؟" مشاہد جھکا ہوا پانی سے باہر آ گیا۔

بخت نصیب سانس درست کرنے کے لئے رکا تو ہنڈوں کی چوں چوں اور پانی کا شور بھی رک گیا اور خاموشی ہوئی تو اوپر سڑک پر سے گذرنے والی ٹریفک کے علاوہ چند پرندوں کی آوازیں بھی سنائی دیں" اس کی وجہ ہے کہ خدوخیل نیم پہاڑ اور نیم میدان ہے چنانچہ ادھر جب پوست کے ڈوڈے پر شبنم گرتا ہے تو اس کو نقصان نہیں پہنچاتا اس لئے ادھر کا افیون طاقت والا ہوتا ہے۔"

"بہن یا ہم ادھر ننگ دھڑنگ کھڑے ہیں ہمیں بھی نہلا دو — " کالیے نے اپنی مناسب توند پر ہاتھ پھیرتے ہوئے درخواست کی۔

بخت نصیب پھر کنواں گیڑنے لگا... اور چوں چوں ہنڈیں اور نیم گرم بھاپ چھوڑتا پانی اور پھر تیتر بولنے لگے۔

"ہم تمہیں شام کو تیتر کھلائے گا —"

"شام کو ہم مینگورہ میں اپنے یار سے ملاقات کر کے سیدھا اسلام آباد جائے گا۔"

"لیکن پہلے نوگرام تو جائے گا۔ ادھر شاید کوئی گنا مل جائے —"

"ہاں ادھر بھی چلا جائے گا — بہن یا سردی ہے "کالیا ٹھٹھرا" اس موسم میں تیتر ادھر سے آ گیا؟"

"شعر سنے گا سیٹھ؟"

"اگر ہم کہے گا کہ نہیں تب بھی تم سنائے گا بختو — " کالیے نے بخت نصیب کی پیٹھ پر ایک دوستانہ دھپ لگاتے ہوئے کہا "اس لئے سنے گا"

"تو شاعر کا بچہ کہتا ہے — مقدر میں جو سختی تھا وہ مر کر بھی نہیں نکلا — قبر کھودی گئی میری تو پتھر کا زمین نکلا — تو ادھر دیکھو ہمارے مقدر میں پتھر ہی پتھر ہے۔"

"ہاں تمہارے مقدر میں پتھر ہی پتھر ہے لیکن پتھر کونسا؟ سنگ مرمر والا۔ بہن یا ادھر سنگ مرمر کی چٹانیں ہیں جنہیں بیچ بیچ کر تم لوگوں نے محل بنائے ہیں اور کیا چاہئے"

"یارا وہ تو خوانین کا ہے ہمارا کیا ہے۔ ہم تو سیٹھ کالیا کو گنا مفت فروخت کرتا ہے یا مرس کا من دو من بناتا ہے تو دو وقت کا سوکھی روٹی کھاتا ہے۔ ہمارے مقدر میں تو ہے"

ایک انتہائی زہریلی لائکہ چھپکلی اس کے پاؤں کو چھوتی ہوئی نزدیکی دراڑ میں گھس گئی۔

ہوا تیز اور کٹیلی تھی اور بلندی کی وجہ سے تھی اور دھوپ صاف اور روشن ہونے کے باوجود گرمی نہیں رکھتی تھی۔ نوگرام کے پہاڑ کی چوٹی پر سوائے ان تینوں کے اور کھنڈروں کے اور زہریلی لائکہ چھپکلیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ اُن کے قدموں میں نیچے بہت نیچے ایک وسیع میدان تھا جس میں ترتیب شدہ باغات تھے، کھیت بھی باقاعدہ چوکور یا مستطیل تھے اور ان میں سنگِ مرمر کی چٹانیں کہیں کہیں ڈھیروں کی صورت میں تھیں۔

جنوب کی طرف اس سرسبز سنگِ مرمری میدان کے آخر میں دریائے سندھ کی پتلی سی لکیر کبھی دکھائی دیتی تھی اور کبھی دھند کے میں گم ہو جاتی تھی۔ اس لکیر کے کنارے ہنڈ تھا جہاں سے یونانی سکندر نے سندھ کو عبور کیا تھا لیکن اس سے پیشتر وہ یہاں بیٹھا تھا۔ یہیں جہاں پر بخت نصیب ایک سنگی کرسی پر براجمان تھا جو ہزاروں برس پہلے کسی بدھ راہب ان چیف یا بادشاہ کے لئے تراشی گئی تھی اُس پر براجمان تھا اور نسوار پچک پچک تھوکتا تھا تو یہیں سکندر بیٹھا تھا اور اُسی لکیر کو دیکھتا تھا جس کے پار ایک اور دریا کے پار پورس اُس کا منتظر تھا۔ سکندر نے اشوک کے زمانے سے مستحکم ریاست نوگرام کے بیشتر قلعوں رانی کوٹ، امان کوٹ اور غازی کوٹ کے بعد نوگرام کا رخ کیا تھا اور اسے زیر کرنے کے لئے اسے بہت تردد کرنا پڑا تھا... بالآخر وہ ایک یونانی چال چل کر اس قلعے اور محل میں داخل ہوا اور پھر اس سنگی سنگھاسن پر بیٹھ کر سامنے نظر آتے دریائے سندھ کو دیکھا اور ہنڈ کو دیکھا —

"بخت نصیب —" کالیے کا آدھ گھنٹے کی زبردست چڑھائی کے بعد اب تک سانس پھولا ہوا تھا اور وہ نتائج چاہتا تھا "ہم نے بدھ عہد کا یہ قلعہ بھی دیکھ لیا ہے جسے بہن یا سکندر نے فتح کیا تھا یا نہیں کیا تھا اور ٹوٹے ہوئے وہ سٹوپے بھی دیکھ لئے ہیں جن سے تم لوگوں نے مجسمے اور سجاونیں اُتار کر اِدھر اُدھر سپلائی کر دی ہیں۔ ہم نے بڑا راہب خانہ، درس گاہیں اور قیام گاہیں بلکہ ان کے کھنڈر اور فرش بھی ملاحظہ کر لیے ہیں لیکن — مال کہاں ہے؟"

"مال؟" بخت نصیب نے ایک اور پچکاری چلائی اور پھر یکدم نمودار ہوتے کھنڈروں میں متعین آثار قدیمہ کے چوکیدار سے، نہایت بدتمیز چوکیدار سے محو گفتگو ہو گیا

دراصل ایک سٹوپے کی اوٹ میں پچھلے آدھ گھنٹے سے ازار بند ڈھیلا کیے ہاتھ اندر لے اپنے آپ کو "خشک" اور پھر تر کیے جا رہا تھا۔ خشکی کے لیے وہ ایک ایسے ڈھیر سے پسند کرتا جس میں مجسموں کی ٹوٹ پھوٹ اور بیل بوٹوں والے پتھر تھے.... کبھی کوئی ہول ہاتھ آ جاتا اور کبھی کسی پجاری کا سر..... البتہ کچھ گیلاہٹ اُسے عطا کر کے وہ اُسے پس ڈھیر پر پھینک دیتا تاکہ وہ آئندہ نسلوں کے کام آئیں۔

"اگر وہ مجسمہ سازی میں یکتا تھے تو ہم وٹوانی سازی میں بے مثل ہیں — بہن یا" لیے کی ناپسندیدگی ظاہر تھی۔

"یہ کہتا ہے اس کے پاس ایک ہیڈ ہے سونے کے پانی والا —" بخت نصیب نے کیدار کے ساتھ مذاکرات مکمل کر کے اعلان کیا۔

"یار کدھر ہے؟" کالیا تقریباً ایک جنسی جوش میں آ گیا۔

"کہتا ہے نیچے گاؤں مین ہے —"

"تو چلو ناں یہاں ہم آم چوس رہے ہیں۔ چلو نیچے گاؤں میں — بختو یار واقعی نے کے پانی والا بدھ ہے؟"

"کہتا تو یہی ہے۔ چلو"

کالیا بے پرواہ لڑھکتا ہوا سب سے آگے تھا۔ مشاہد اُن کے پیچھے بہت پیچھے احتیاط سے نیچے اُتر رہا تھا۔ رات — غورغشتو کی رات میں — شائد سُور بھی بولے ہوں گے، یڈ اور بھیڑیئے بھی... لیکن ایک مور بھی — وہ اپنی مردہ ہڈیاں اور پاؤں اور بے رنگ وں اور نیلی گردن کوکتوں سے بچا کر اُٹھا لایا تھا اور انہیں غورغشتو کی رات میں جگنوؤں کی پہاڑی میں روپوش ہو کر مجتمع کر کے بولا تھا —

"می آؤں۔ می آؤں"

اور اُس کے ہمراہ فاطمہ بھی تھی۔ وہ اُس کے پہلو میں ایک وہیل چیئر پر بیٹھی اس ا گردن کے گرد بازو حمائل کیے اسے دیکھتی تھی۔ خدوخیل کی افیون میں جیسے طاقت تھی ے اُس پر بھی وہاں کی رات میں جو شبنم اُترتی تھی شائد اس نے اثر کیا تھا اور وہ فاطمہ کو کھتا تھا۔

نیچے ایک بے آباد اور بنجر چیروں والی بستی میں چوکیدار اپنے کچے گھر میں گیا۔ بہت بعد واپس آیا اور بخت نصیب کے کان میں سرگوشی کر کے چلا گیا۔

"شِٹ —" کالیے نے زمین پر تھوکتے ہوئے سر جھٹکا۔

نسان پٹرول میں بیٹھتے ہی جیسے وہ اپنے گھر میں آ گئے ہوں اور نوگرام کی بے آبادی اور بے چرگی سے الگ ہو گئے ہوں۔ کالیے نے ڈیش بورڈ میں سے ہپ فلاسک نکالی اور ڈھکن کھول کر ایک لمبی پُرسکون ڈیک لگائی "بہن یا وہ ہیڈ اس کے پاس تھا صرف تمہاری وجہ سے وہ انکاری ہو گیا۔"

"میری وجہ سے؟"

"اُس کا خیال ہو گا کہ تم شائد سرکاری آدمی ہو — میں اُس کا چہرہ پڑھ سکتا تھا چوکیدار کا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا — ویسے بخت نصیب بہت شاندار دوست ہے پر مذہبی بہت ہے۔ اُس کے سامنے میں پینے کی جرأت نہیں کرتا۔ کبھی کبھار ایسا پیس لے آتا ہے کہ قسمت سنور جاتی ہے اور ہیروئن بھی ایک نمبر سپلائی کرتا ہے —"

"تم — یہ کاروبار تو نہیں کرتے —"

"توبہ —" کالیا ہنسا "ایسے کسی یار دوست کی ضرورت ہو تو پوری کر دیتا ہوں۔ خود کچھ نہیں کرتا۔ اللہ رسول کی قسمے۔" اس نے نِسان سٹارٹ کر دی۔

بخت نصیب اپنے کسی رشتے دار کے گھر ٹھہر گیا تھا۔ نِسان گاؤں دوبئی سے گذر کر نہر کنارے آ گئی تھی۔ اشوک کے فرمانوں کے شہر شہباز گڑھی کے راستے تخت بائی — مالاکنڈ پاس کی گھمن گھیریاں اور دوسری جانب بٹ خیلہ — جہاں سفر کا اختتام ہوا کرتا تھا، چار چیزیں ہیں.. لیکن انہیں آگے جانا تھا، منگورہ تک —

"یہاں طوطا کان میں دریا کنارے ایک مکمل اور بالکل سالم حالت میں ایک بدھ کامپلکس ملا تھا۔ عبادت گاہ کی پوری عمارت، درجنوں سٹوپے اور ہزاروں مجسمے۔ ایک رات کے اندر اندر ٹریکٹر کے ساتھ اُنہیں توڑ کر جس کے ہاتھ جو لگا نکال لے گیا۔ میں جب وہاں پہنچا تو بہن یا زمین ہموار ہو چکی تھی اور اُس میں سے کہیں کہیں نیلے پتھر سے تراشے ہوئے مجسموں کے ٹکڑے نظر آتے تھے، کوئی کمال کا ہاتھ، کوئی یونانی ناک... بدھ کا دامن... ایسے نئے نویلے جیسے ابھی بنا کر دبا دیئے گئے ہوں۔ اگر اس کامپلکس کو بچا لیا جاتا تو پوری دنیا میں یونیک ہوتا — اتنا دکھ ہوا کہ ساری رات سو نہ سکا مشاہدی —"

"صرف اس لیے کہ تمہیں وہ پیس مل جاتے تو تم انہیں سمگل کر کے ایک اور پلازا خرید لیتے اس لیے دُکھ ہوا؟"

"نہیں — " کالیے نے بریک پر پاؤں رکھ دیا "مشاہدی نہیں — اللہ رسول کی
ے نہیں — میں تو انہیں سینت سینت کر رکھتا۔ یارا میں انہیں چومتا، اور اُن پر ماتھا ٹیکتا،
ا کاریگر تھے بہن یا — "

مشاہد نے باہر دیکھا۔ کیا یہ اتفاق تھا کہ اُن کی نسان پٹرول وے سائڈ ہوٹل کے
ن سامنے کھڑی تھی۔ دریا کا شور، سلیٹی رنگ کے پانی، آلوچے کے جنگلوں کی سرد ہوا...
یں نرگس کی زرد مہک کا ایک ہُلارا — "واپسی پر رُکیں گے، ابھی چلو۔"

کالیے نے بادلِ نخواستہ ایکسلریٹر پر پاؤں رکھ دیا۔

واپسی پر رات ہو چکی تھی اور وہ وہاں رُکے۔

مینگورہ جیل کے وارڈن نے اُنہیں اطلاع دی تھی کہ ڈاکٹر ارشد کو چھ برس کی قید
ئی گئی تھی اور اُسے کسی اور جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ کونسی جیل میں اور کہاں؟ —
ں کے لیے وزارتِ داخلہ سے رجوع کرنا ہو گا۔

دریا کے شور میں ایک آہستگی اور تسلسل تھا۔ آلوچے کے خشک ٹہنیوں والے
ل میں سے جو ہوا آتی تھی اس کی مہک میں بھی سلیٹی رنگ تھا۔ وے سائڈ ہوٹل کے
بوں پر جھولتے بلب اور پھر اُن کی روشنی دریائے سوات کے بہاؤ پر — یہاں، وہاں اور
ہمہ جاتی ہوئی — وہی رِکٹی کرسیاں لیکن ڈاکٹر ارشد کی غیر موجودگی۔

کالیا کم از کم تین ہپ فلاسکس اپنے اندر انڈیل چکا تھا اور اُس کا ذہن اور بدن
ریائے سوات کے بہاؤ سے ہم آہنگ اور ہم ترنگ ہو چکا تھا "تمہارا کیا خیال ہے مشاہدی
ہ اندھیرا بہت ہے؟"

مشاہد چپ رہا۔

"لیکن مجھے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے ایک سال پہلے یہاں اپنے برادر عزیز سے
ی ملاقات پر بھی بیان دیا تھا اور میں بیان بدل نہیں رہا کہ مجھے دکھائی دیتا ہے کہ کیا ہونے
لا ہے۔ ہزاروں برسوں کی کمائی ہاتھوں، آنکھوں اور دماغ کی ضائع ہو رہی ہے یارا —
یاں سوکھ رہی ہیں — تم بنا شک اُلٹے ہو جاؤ پر ملک تبھی قائم رہتے ہیں جب وہ اپنی
زاروں برسوں کی کمائی کو قلعی بنا کر دیواروں پر مذہبی اور سیاسی نعرے نہیں لکھتے — جب
انصاف دیتے ہیں اُن کو جو کم ہوتے ہیں اور جن کے عقیدے سے انہیں اختلاف ہوتا